پریم چند تا ترقی پسند تحریک (پریم چند دور)

(1900 - 1936)

نذیر، شرر، رسوا، راشد الخیری کے بعد اردو ناول نگاری کے میدان میں ایک شخصیت کی آمد ہوتی ہے جنہوں نے اردو ناول کو کامیابی کی افق پر ہی نہیں پہنچایا بلکہ اردو ادب کو متعدد شاہکار ناول عطا کیے۔ اردو دنیا اسے "بابائے ناول" پریم چند کے نام سے جانتی ہے۔ اردو غزل کو جو مقام میر نے عطا کیا وہی مقام و مرتبہ اردو ناول کو بھی پریم چند نے بخشا۔ پریم چند نے اردو ناول کو فن اور موضوع دونوں اعتبار سے ارتقائی منزل تک سفر کرایا۔ ناول کو گاؤں کی زندگی سے قریب کیا اور وہاں کے کسانوں مزدوروں کے مسائل اور ان کے استحصال کو اپنے ناول کے ذریعہ سامنے لانے کی کوشش کی۔ یہی نہیں عورتوں، بیواؤں کی ذلت آمیز زندگی اور ان کی دکھتی رگوں پر انگلی رکھ کر اس کے مرہم کا بھی جواز پیش کیا۔ "بازارِ حسن"، "گئودان"، "میدانِ عمل" جیسے شاہکار ناول لکھ کر انہوں نے اردو ناول کو تقویت بخشی۔

اس سلسلے میں قمر رئیس نے اپنی کتاب "اصناف ادب اردو" میں پریم چند کے حوالے سے بڑی اچھی بات لکھی ہے:

> "اب تک اردو ناول نگاروں نے جس معاشرت کو پیش کیا تھا وہ شہری زندگی سے متعلق تھی۔
> ہمارے ناول نگار ہندوستان جیسے زراعتی ملک کے ایک بڑے حصے یعنی دیہات کو نظر انداز
> کیے ہوئے تھے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے پریم چند ناول کی افق پر نمودار ہوئے۔ اور
> انہوں نے شہری اور دیہاتی زندگی کو اپنے ناول کا موضوع بنایا۔"

(اصناف ادب اردو، قمر رئیس، ص: ۱۰۷)

پریم چند کے اس کارنامے نے اردو ناول نگاری میں انقلاب برپا کر دیا جس سے متاثر ہو کر بعد میں ترقی پسند تحریک سے وابستہ مصنفین نے ناول کے پیرائے کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے بخوبی استعمال کیا۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اردو ناول نے زندگی کے گوشے گوشے کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے قدم بھی ادب میں مستحکم کر لی۔ کیوں کہ اب ناول ہماری زندگی اور

ہمارے سماج کا ترجمان بن چکی تھی لہذا جیسے جیسے یہ زندگی سے قریب ہوتی گئی ویسے ویسے اس نے ادب میں اپنی مقبولیت اور اہمیت کا احساس دلانا شروع کردیا۔ جس کے نتیجے میں بیسویں صدی سے لے کر آج تک اردو ناول نگاروں کی ایک بڑی جماعت ہمارے یہاں کھڑی نظر آتی ہے۔

پریم چند کے علاوہ اس عہد میں قاضی عبدالغفار، سجاد حسین کسمنڈوی، جیسا ہم ناول نگار گذرے ہیں جنہوں نے طوائف کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی کئی کامیاب ناول لکھ کر اس کے ارتقائی سفر میں اہم رول ادا کیا۔

اس عہد کے اہم ناول نگار:

''منشی پریم چند، قاضی عبدالغفار، سجاد حسین کسمنڈوی، ظفر عمر، فیاض علی، کشن پرساد، آغا شاعر، تسکین، مرزا محمد سعید، نیاز وغیرہ۔

اس عہد میں تخلیق کیے گیے اہم ناول:

''بازارِ حسن''، ''اسرارِ معابد''، ''گوشہ عافیت''، ''بیوہ''، ''میدانِ عمل''، ''نرملا''، ''گئودان'' (پریم چند)
''شمیم''، ''انور'' (فیاض علی)، ''نیلی چھتری''، ''بہرام کی گرفتاری''، ''لال کٹھور''، ''بہرام کی واپسی'' (ظفر عمر)
''شہاب کی سرگزشت'' (نیاز فتحپوری)، ''حسن پرست'' (مہدی تسکین)، ''شما'' (کشن پرساد)، ''ناہید''،
''ارمان''، ''ہیرے کی کنی'' (آغا شاعر)، ''قاف کی پری''، ''شاید کہ بہار آئی'' (علی عباس حسینی)۔

مذکورہ عہد کا مجموعی تاثر: مذکورہ عہد میں میں نے جن ناول، ناول نگار اور تخلیقی پس منظر کا ذکر کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں اردو ناول فنی اور موضوعاتی سطح پر ارتقائی منزل کی طرف گامزن ہوچکی تھی۔ اس کے اندر ذاتی وسعت اور ہمہ گیری آچکی تھی کہ اس کا قدم شہر میں تھا تو دوسرا قدم ''سدور دیہی'' علاقے میں۔ یہ سماج کے دبے کچلے لوگوں کے حالات کی عکاسی بھی کررہی تھی اور ادبِ عالیہ میں اپنی اہمیت کا احساس بھی دلا رہی تھی۔ جو اس بات غماز تھی کہ اردو ادب میں اس صنف کا مستقبل ہر اعتبار سے تابناک ہوگا۔

ترقی پسند تحریک تا آزادی اور تقسیم ہند
(1936 - 1947-48)

پریم چند کے بعد اردو ناول کو پنپنے اور پروان چڑھانے میں ترقی پسند تحریک کا اہم رول رہا ہے۔ اس تحریک کے جو منشورات تھے وہ ناول کے لیے بہت ہی موزوں ثابت ہوئے۔ کیوں کہ ناول کی بنیادی تعریف یہی ہے کہ اس میں زندگی اور سماج کے گوشے

گوشے کے حقائق کو پیش کیا جاتا ہے اور ترقی پسند تحریک کے تخلیقی منشورات میں اسی پہلو پر زور دیتے ہوئے "ادب برائے زندگی" کا نعرہ دیا گیا تھا۔ لہذا ترقی پسندوں شاعری اور افسانہ نگاری کے علاوہ ناول کو اپنے مقصدیت کے اظہار کے لئے اہم حربہ بنایا۔ کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، سجاد ظہیر، عصمت چغتائی وغیرہ نے اس عہد میں اردو ادب کو بہترین ناول دیے قمر رئیس لکھتے ہیں:

"ترقی پسند ادیبوں نے اردو ناول کو بدلتی ہوئی زندگی اور فن کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کی۔"

(اصناف ادب اردو، قمر رئیس، خلیق انجم۔ص: ۱۱۰)

ان میں عصمت چغتائی ایسی ناول نگار ہیں جنہوں نے بطور خاص چہار دیواری کے اندر قید نسائی طبقے کی ذہنی ونفسیاتی کشمکش کو بڑے ہی فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ اپنے ناولوں کا موضوع ومحور بنایا۔ "ضدی"، "معصومہ"، "سودائی" اس کی بہترین مثال ہیں۔ عصمت کے علاوہ اس عہد میں علی عباس حسینی، خواجہ احمد عباس، نے اردو ادب کو اچھے ناول دیے۔ ترقی پسند دور میں ناول کے مقابلے زیادہ افسانے لکھے گئے لیکن باوجود اس کے اس عہد میں جتنے بھی ناول تخلیق ہوئے ان میں سے بیشتر آج بھی اردو ادب میں زندہ وجاوید ہیں۔

اس عہد کے اہم ناول نگار:

"کرشن چندر، علی عباس حسینی، خواجہ احمد عباس، علی عباس حسینی، عصمت چغتائی، اوپندر ناتھ اشک، عزیز احمد وغیرہ۔

اس عہد میں لکھے گئے اہم ناول:

"لندن کی ایک رات" (سجاد ظہیر)، "شکست"، "جب کھیت جاگے"، "آسمان روشن ہے"، "کاغذ کی ناؤ"، "ایک عورت ہزار دیوانے"، "ایک گدھا نیفا میں"، "چاندی کے گھاؤ" (کرشن چندر)، "ضدی"، "ٹیڑھی لکیر"، "معصومہ"، "سودائی"، "خاک اور خوں"، (عصمت چغتائی) "ایک چادر میلی سی"..... (راجندر سنگھ بیدی) "گریز"، "ایسی بلندی ایسی پستی"، "شبنم"، "ہوس" (عزیز احمد)، "ستاروں کا کھیل"، (اوپندر ناتھ اشک)۔

یہاں میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ہمارے ادب ناول جیسے جیسے ارتقائی سفر طے کرتا گیا اس میں ہیئت اور تکنیک کے نت نئے تجربے بھی ہونے لگے۔ اس تجربے کی شروعات مرزا ہادی رسوا نے تکنیک کے حوالے سے "امراء جان ادا" میں سوانحی پلاٹ کے ذریعہ کی۔ اس کے بعد سجاد ظہیر نے "لندن کی ایک رات" میں نفسیاتی شمولیت کے ساتھ "شعوری رو" کا استعمال کیا۔ بیسویں صدی کے اوائل میں ہی انتظار حسین، جوگندر پال، انور سجاد، فاروق خالد، اکرام اللہ وغیرہ نے بھی ناول میں ہیئت اور تکنیک کے تجربے کیے۔ "دیوار کے پیچھے"، "نادید"، "جنم روپ"، "آنچ" اسی نوع کے ناول ہیں۔ یہ تجربے اس بات کی غماز ہیں اردو ناول اب فنی سطح پر تخلیق کار کے ہاتھوں مضبوط ہو چکی تھی۔